تقبیلِ ابہامین اور برکاتِ
اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اہل اللہ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ محبوب کا ہر قول و فعل، محبوب اور مطلوب کی ہر ادا، مطلوب ہوتی ہے. کیونکہ محبت ہی ایمان کی علامت ہے. جس میں محبت نہیں اُس میں ایمان نہیں. بعض خشک زاہد اس رسمی اسلام پر عامل ہو کر (جو اُن کے اپنے نفسوں نے گھڑ لیا ہے) مدعی ہوتے ہیں کہ صراطِ مستقیم ہمارے ہی حصے میں آیا ہے. مگر جب اسلام لانے والے سے محبت کا اظہار کرنا پڑے تو فوراً شرک گوئی کی مشین متحرک ہو جاتی ہے اور بے معنی توحید پرستی کے گیت گائے جاتے ہیں. نہیں سمجھتے کہ اسلام اور خدائے قدوس اُسی کا ہے، جس نے جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں خداوندِ عالم کا تصور سمجھایا تھا اور فرمایا تھا کہ وہ ایک ہے، وَحدہٗ لاشریک ہے، خالق الکل ہے اور ساری کائنات کا خالق و رازق ہے. اُسی کے فرمانے سے پتہ چلا کہ خدا ہے اور ایک ہے. وہی قابلِ پرستش ہے اور وہی رازّقِ مطلق ہے. اگر بتانے والے اور شناسائے خدا کرانے والے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور خدائے واحد کے درمیان سے الگ کر دیں تو ساری توحید پرستی کرکری ہو کر رہ جاتی ہے. کہاں کی توحید اور کیسی توحید پرستی؟ انسانیت ہو تو یہ سمجھ آئے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدائے واحد سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں، کیونکہ ''ایک'' منوانے والے کو اور ''خدا کے محبوب'' کو ہم نے درمیان سے نکال دیا ہے اور توحید وہی قبول ہو سکتی ہے جو بواسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو. اُس ماننے والے کی اپنی کیا حیثیت ہے؟ جو کسی کے کہے پر خدا کو ایک مانے، پھر اُسے اگر ''منوانے والا'' سات خدا بھی منوا دیتا تو اُسے ماننا ہی پڑتا کیونکہ اُس کی اپنی تحقیق کی کوئی عینک نہیں اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت و رسالت کے بغیر توحید کوئی قابلِ قبول عمل و عقیدہ ہوتا تو سکھ قوم یقیناً ایسے توحید پرستوں سے پہلے درجہ مُوحدیّت پر فائز ہوتی.

بے تحقیق محبت ''کانبیائے بنی اسرائیل'' کے مدعی اور ''خلیفۃ اللہ فی الارض'' کہلانے والے اور اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گدّی کا مستحق خیال کرنے والے ذرا غور تو کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمۂ توحید

پڑھانے کا یہی احسان ہے کہ خداوندِ عالم کا پیغام سن پانے کے بعد، پیغام لانے والے ہی سے بے ادبی کا ارتکاب کیا جائے؟ لاحول ولاقوۃ! اِس خودستائی اور خودنمائی کی بھی کوئی حد ہے، جو بزعم خود اپنے وجودِ فانی کو خدائے واحد کا عرش قرار دیئے بیٹھے ہیں. بڑے بڑے خطابوں سے اپنے آپ کو لکھوا لکھوا کر مشہور کراتے ہیں مگر حق پسندی اس قدر بھی نہیں جتنی شہرت پسندی ہے. انہیں خدا کے پیارے کی نہ کوئی شرم و حرمت ہے اور نہ اُس کی عزت وعصمت کا کچھ پاس، نہ اس کے نام وناموس پر مٹنا جانتے ہیں. اپنے کسی فرقہ وار مولوی کی توہین ہو تو لاٹھیاں اٹھالیں اور سرکارِ دوجہاں بانی اسلام ﷺ کی عزت پر لاکھوں راجپال چڑھ آئیں تو اُن کے قلوبِ قاسیہ، موحدیہ، نام نہاد پر کوئی شکن نہ آئے. ''توحید توحید'' کے نعرے مار مار کر لوگوں کے سر میں درد لگا دیتے ہیں. حدیث حدیث اور سنّت سنّت پکارتے کھپا دیتے ہیں. لیکن خود ترکِ شرک و بدعت نہیں کرتے. آج کے اِس فرقہ کے پاس ادائے سنت کے لیے کئی لاکھ احادیث واجب العمل سے صرف آمین بالجبر، رفع یدین اور فاتح خلف الامام کا جھگڑا رہ گیا ہے اور کچھ نہیں. حضور ﷺ کے معاملہ میں ہر بات پر شرکِ مجسم کا فتویٰ ہے اور پورے بے ادب. اللہ کریم اُن کو توفیق عطا فرمائے کہ یہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو پہچان سکیں. لطیفہ:

چند مسلمان ریل میں سفر کر رہے تھے کہ گاڑی ایک سٹیشن پر رکی. نمازِ ظہر کا وقت تھا. کسی مقامی مسلمان نے سٹیشن کی مسجد میں اذان دینی شروع کردی اور جب کلمہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ پر پہنچا تو بعض نے ادبِ رسول ﷺ سے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کہہ کر ہاتھوں کے انگوٹھے چومے. وہاں ایک امرتسری موحد بھی موجود تھے. اُنہوں نے ٹوکا اور ترشروئی سے ٹوکا، پھر کیا تھا وہ بحث چھڑی کہ اگر چند دوسرے، ہم سفر مزاحمت نہ کرتے تو یہ مسئلہ جوتے گھونسے سے کچھ آگے جیل تک کا ثواب بھی معترض کے نامۂ اعمال میں لکھوا دیتا.

حیرانگی ہوتی ہے کہ یہ حسد و کاوش کیوں ہے، جب کہ مولا کریم نے اپنی اطاعت کو اطاعت رسول ﷺ پر ہی موقوف رکھا ہے اور ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ سے ثابت فرمادیا ہے کہ میرے محبوب کی محبت واطاعت ہی میری محبت واطاعت ہے.

قرآنِ کریم میں دو قسم کے احکام آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے دو ہی طرح پر تخاطب فرمایا ہے. ایک تو ﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ یعنی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور دوسرے ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو. پہلا مرحلہ اٰمَنُوْا کا ہے اور دوسرا عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا. گویا ایمان وعمل دونوں ہی لازم وملزوم چیزیں ہیں. اگر ''ایمانِ مابعد'' سے ''ایمان بالرسول'' کو الگ کردیا جائے اور ''اطاعتِ الٰہی'' کے ساتھ ''اطاعتِ رسولِ الٰہی'' کو شرک سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو اسلام کس شئے کا نام ہوگا؟ حالانکہ اٰمَنُوْا سے مراد ہے انسانیت کے بلند

ترین مقاصد کو بواسطہ رسول ﷺ سامنے رکھنا اور کسبِ سعادت کی استعداد وقوت کا اظہار کرنا اور اطیعوا وعملوا الصلحٰت سے مقصود ایسے عملی ذرائع اختیار کرنا ہے جن سے اشخاص اور اقوام اپنے مطلوبہ مقاصد تک پہنچ سکیں. یعنی اٰمَنُوْا عالمِ روحانیات کی جانب پرواز اور کسبِ سعادت کی سچی طلب اور تیاری ہے اور اطیعوا آلاتِ پرواز اور حصولِ مطلب کا ذریعہ ہیں گویا اٰمَنُوْا روح ہے اور اطیعوا جسم ہے. جب تک دونوں کا اشتراک نہ ہو صحیح مذہبی زندگی نہیں بن سکتی.

یہ مسئلہ جس کا لطیفہ میں ذکر کیا گیا ہے، بھلا کون سا شرک و کفر کا اقدام ہے، جس میں ڈھینگا مُشتی تک نوبت پہنچائی جائے. صحابہ کرامؓ نے فضلاتِ خارجہ، تھوک، پیپ وغیرہ حضور ﷺ سے لے کر چہروں پر مل لیا یا خون، پیپ پی کر محبتِ ایمانی کا ثبوت دیا اور حضور ﷺ نے اُنہیں بدعمل کہنے کی بجائے یہ فرما دیا کہ تم پر دوزخ حرام ہو گئی ہے. کیونکہ تمہارے اندر نبی ﷺ کا خون چلا گیا ہے. تو یہ کس بات کا صلہ تھا؟ حالانکہ قرآن کریم خون، پیپ اور مردار وغیرہ کو حرام فرماتا ہے. اِس بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں. ایک اختیاراتِ نبوی ﷺ کہ جنتی کو جہنمی اور جہنمی کو جنتی، حرام کو حلال اور دو گواہوں کی بجائے ایک گواہ کافی فرما دیں. دوسرے محبت کے میدان میں کبھی ایسے افعال بھی پسندیدہ ہو جاتے ہیں جو اگرچہ مواخذہ کے قابل ہوتے ہیں مگر مواخذہ تو درکنار وہ موجبِ نجات ہو جاتے ہیں.

فقیر اپنی تالیف جمالِ رسول ﷺ کو مکمل کر چکا تو ایک دن نماز کے بعد کسی کہنے والے نے کہا کہ اِس کتاب میں "مسئلہ تقبیل ابہامین" بھی لکھو. تاکہ اہلِ ایمان اِس سے کما حقہ، نفع حاصل کر سکیں. چنانچہ اُسی آواز کا نتیجہ یہ چند اوراق بھی قارئین کے پیش خدمت ہیں. مطالعہ فرمائیں اور ایمانوں کو مجلّٰی کریں.

تقبیل ابہامین یعنی دونوں انگوٹھوں کا بوقت تکلم مؤذن اشھد ان محمد رسول اللّٰہ چومنا کتبِ احادیثِ قدسیہ میں ثابت ہے. چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو زمانہ قیام جنت میں آنحضرت ﷺ کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا. پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ پر وحی بھیجی کہ محمد ﷺ تمہارے صلب سے ہیں اور اُن کا ظہور آخری زمانہ میں ہو گا مگر جب حضرت آدمؑ کا اشتیاق زیادہ ہوا تو حق تعالیٰ جل وعلا شانہٗ نے حضور ﷺ کی صورت مبارک حضرت آدمؑ کے دونوں انگوٹھوں کی صاف سطح میں ظاہر فرما دی اور حضرت آدمؑ نے فرطِ محبت سے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لیا. پس یہ انگوٹھوں کا بوسے دے کر آنکھوں پر محبت سے لگانا آدمؑ کی اولاد کے لیے اپنے دادا کی سنت ہوئی. اِس قصہ کو جب جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے میرا نام اذان میں سنا اور محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر ملے تو وہ کبھی اندھا نہ ہو گا. ایسے ہی یہ واقعہ تفسیر ابوطالب مکی میں ہے کہ جب آدمؑ کو جنت میں داخل کیا گیا تو آپ دیدارِ محمد رسول

اللہ ﷺ کے متمنی ہوئے۔ مولا کریم نے وحی فرمائی کہ وہ آپ کی پشت مبارک میں ہیں اور آخری زمانہ میں ظہور فرمائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے لیے آپ کے نورِ پاک کو آدمؑ کی انگشتِ شہادت میں ظاہر فرمایا تو اُس نُور نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی۔ ایک دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ مولا کریم نے اپنے محبوب کے نور کو انگوٹھوں کے ناخنوں میں آئینہ کی طرح چمکایا اور حضرت آدمؑ نے دیکھتے ہی انگوٹھوں کو چوم لیا اور آنکھوں پر مسح فرمایا۔

اور محیط میں ہے کہ ایک روز حضرت بلالؓ اذان دے رہے تھے اور اُنہوں نے جب کلمہ اشھد ان محمد رسول اللّٰہ پکارا تو حضرت عمرؓ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا حضور ﷺ نے یہ فعل دیکھ کر حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! تم نے یہ کیا کام کیا ہے؟ ((فَقَالَ سَمِعْتُ اِسْمُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِی الْاَذَانِ فَقبلتُ اِبْھَامِیْ فَوَضَعْتُ عَلٰی عَیْنَیَّ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مِنْ مِّثْلِ مَافَعَلَ عُمَرُ فَاَنَّا طَالِبَہٗ، فِیْ صُفُوْفِ الْقِیَامَۃِ قَائِدُہٗ، اِلَی الْجَنَّۃِ)) "پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کا اسم مبارک اذان میں سنا اور بوجہ غلبۂ محبت کے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا تو حضور ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص حضرت عمرؓ کی طرح کرے گا تحقیق میں اُس کو قیامت کی صفوں میں تلاش کروں گا اور اُس کو جنت میں لے جاؤں گا۔"

ایسا ہی بروایت حضرت ابوبکر صدیقؓ میں بھی مذکور ہے اور تفسیر ابوطالب میں ہے کہ جب ابتداء میں اذان شروع ہوئی اور اس کا اہتمام قبل از نماز پنجگانہ ہونے لگا تو ایک دن 20 محرم الحرام بروز جمعہ کو آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کے ستون سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت بلالؓ مسجد میں حاضر ہوئے اور وضو فرما کر اذان دینے لگے۔ جب کلمہ اشھد ان محمد رسول اللّٰہ پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں کو بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھ کر فرمایا۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ. جب اذان ختم ہو چکی تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اے ابوبکر جو کوئی شوق و محبت سے ایسا کرے اور کہے جو تو نے کیا اور کہا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہ قدیم و جدید اور پوشیدہ و ظاہر کو بخش دے گا اور میں اُس کے گناہوں کا شفیع ہوں گا۔" یہ بروایت ابن عینیہؓ کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی اسی طرح عمل فرماتے اور رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا پڑھ کر ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں کو چومتے اور آنکھوں پر مسح فرماتے اور در المختار باب الاذان اور کنز العباد میں ہے جب مؤذن کلمہ اشھدان محمد رسول اللہ اذان میں کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر لگائے اور منہ سے یہ الفاظ کہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ اور فتوح الاوراد میں ملا فتح محمد محدث رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اذان میں سننے والا بوقتِ شہادتِ ثانیہ اپنی دونوں انگشت شہادت کو اپنی

دونوں آنکھوں پر رکھے. کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کا ایسا ہی معمول تھا.

اور صلوٰۃِ مسعودی میں ایک روایت بایں الفاظ درج ہے. رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ وَوَضَعَ اِبْهَامَیْهِ عَلٰی عَیْنَیْهِ فَاَنَا طَالِبُه، فِی صُفُوْفِ الْقِیَامَةِ قَائِدُه، اِلَی الْجَنَّةِ. یعنی ”روایت ہے آنحضرت ﷺ سے کہ جس نے اذان میں میرا نام سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا میں اُس کو صفوفِ قیامت میں یقیناً تلاش کروں گا“ اور اُس کو جنت کی طرف لے جاؤں گا اور کتاب مقاصد جنت میں ہے. مَنْ قَبَّلَ عِنْدَ سَمَاعِهٖ مِنَ الْمُؤَذِّنِ كَلِمَةَ الشَّهَادَةِ ظُفْرَیْ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَّهُمَا عَلٰی عَیْنَیْهِ وَقَالَ عِنْدَ الْمَسِّ اَللّٰهُمَّ احْفِظْ حَدَّقَتِیْ وَنَوِّرْ بِبَرَكَتِهٖ حَدَّقَتِیْ مُحَمَّدٌ وَنُوْرُ هُمَالَمْ یَعْمَ. یعنی ”جو شخص مؤذن سے کلمہ شہادتِ ثانیہ سنے اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے اور اپنی دونوں آنکھوں پر ملے اور کہے. اللھم احفظ الآخر. وہ کبھی اندھا نہ ہوگا“ اور اسی سے ملتی جلتی عبارت قریباً مفتاح السعادت میں بھی ہے. جس کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اس عمل پر مداومت کرے اس کی آنکھیں اس کی برکتِ عظیمہ سے اندھی ہونے سے محفوظ رہیں گی اور شیخ زادہ نے وقایہ کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ فعل سنت ہے اور خلفائے کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے. بوقت سننے کلمہ شہادت ثانیہ کے انگوٹھوں کو بوسہ دے کر یہ کہنا چاہیے اَللّٰهُمَّ احْفِظْ عَیْنَیَّ وَنَوِّرْهُمَا اور صاحبِ مضمرات نے بھی اِس کو مسنون لکھا ہے اور کنز العباد میں اس کے عمل کا طریق یوں لکھا ہے کہ جب اشھدان محمد رسول اللہ پہلی بار سنے تو کہے صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور دوسری بار کہے قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اور انگوٹھوں کو بوسہ دے کر اپنی آنکھوں پر لگائے. مقاصد حسنہ میں حضرت حسنؓ سے روایت بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص کلمہ اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر مرحباً بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ مُحَمَّدُ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ﷺ کہے اور اپنے انگوٹھوں کو بوسے دے کر اپنی آنکھوں پر ملے. لَمْ یَعْمَ وَلَمْ یَرْمُدْ وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی اُس کی آنکھیں دکھیں گی اور مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اذان میں حضور ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا اور اُن کو آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے اور اِس کی ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی ہے.

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کے متعلق بعض لوگ غیر شرعی عمل ہونے کا فتویٰ دے دیتے ہیں اور بعض روایات کو حدیثِ ضعیف وموضوع کہہ کر انکار کر دیتے ہیں. اِس کا مفصل جواب تو بہت سے علمائے کرام احناف نے اپنی اپنی تصانیف میں دے دیا ہے مگر فقیر کہتا ہے کہ معترضین کے کتنے اعمال ہیں جو وہ صحیح احادیث کی روشنی میں عمل میں لاتے ہیں. تفصیل نہ پوچھئے ورنہ ابھی اسلامی حیثیت معلوم ہو جائے گی. سینما، پریس، انجکشن، سواریاں، بنکوں کا سود، پراویڈنٹ فنڈ، ولایتی حجامت، فیشن دار لباس، پردۂ نسواں، رشوت ستانی، نئی دنیا کے اعمالِ سیاہ، کس کس کو نہ حدیثِ صحیحہ سے

ثابت کرنا پڑے گا. یہ فعل چونکہ نیکی کے میدان سے متعلق ہے. اِس لیے ضعف و وضع کا شور اٹھ رہا ہے. ایک کام کی نسبت ہو پسندیدگی رسول اللہ ﷺ سے اور دور افتادہ مسلم شور مچائے منکرانہ - ہائے افسوس! بات صرف اتنی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ سے محبت نہیں. مثل مشہور ہے کہ جس کی طرف سے آنکھ میلی ہو اُس کا ثواب بھی عیب دکھائی دیتا ہے اور جس کی طرف سے آنکھ صاف ہو اس کا عیب بھی ثواب نظر آتا ہے. لطیفہ:

ایک مرتبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ پر علمائے کرام کا کثیر اجتماع ہوا اور اتفاق سے کسی شخص نے یہی مسئلہ دریافت کیا. ایک مولوی صاحب نے جواب دیا کہ کلمۂ شہادت ثانیہ پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر ملنا مستحب ہے اور ساتھ ہی یہ فائدہ بھی ہے کہ آدمی اندھا نہیں ہوتا اور اُس کی آنکھیں بیمار نہیں ہوتیں. پھر دوسرے مولوی صاحب نے تشریح کی کہ میاں اگر تعظیم و توقیر رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ عمل کوئی نہ بھی کرے تو اپنی آنکھوں کے فائدے کے لیے ہی کرے. یہ سن کر مفتی محمد اعظم صاحب ؒ بہت برہم ہوئے اور فرمانے لگے یہ کون سا ایمان ہے کہ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کی تعظیم و محبت پر اپنی آنکھوں کی بینائی یا صحت کو ترجیح دے؟ جب بھی کرے حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے کرے. سبحان اللہ کس قدر پاکیزہ جذبۂ ایمانی ہے.

حضرت شیخ علامہ نور الدین خراسانی ؒ سے منقول ہے کہ بعض لوگ اُن کو اذان کے وقت جب اُنہوں نے مؤذن کو کلمہ شہادت ثانیہ کہتے ہوئے سنا تو اُنہوں نے اپنے انگوٹھے چومے اور ناخنوں کو اپنی آنکھوں کے کونے سے لگایا اور کنپٹی کے کونے تک پہنچایا. پھر ہر شہادت کے وقت ایک ایک بار کیا. جب اُن سے اِس بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے میں پہلے انگوٹھے چوما کرتا تھا پھر میں نے چھوڑ دیئے. پس میری آنکھیں بیمار ہو گئیں. اِسی اثناء میں، میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم نے اذان کے وقت انگوٹھے آنکھوں پر لگانے کیوں چھوڑ دیئے؟ اب اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو پھر انگوٹھے آنکھوں سے لگانا شروع کرو. پس بیدار ہوا اور یہ مسح شروع کیا. جس سے مجھے فوراً صحت ہو گئی اور اِس سے بعد اب تک میری آنکھیں خراب نہیں ہوئیں.

فقیر اِس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکالنا چاہتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے اسم مبارک پر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر لگانا مستحب اور حضرت آدمؑ و حضرت حسنؓ اور حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور صدیق اکبرؓ کی سنت ہے اور اکثر فقہا و محدثین اِس عمل کے استحباب پر متفق ہیں اور ہر ملک و زمانہ کے دیندار مسلمان مستحب جانتے اور کرتے چلے آئے ہیں اور سب سے بڑا انعام اِس فعل کے کرنے سے حضور ﷺ کے ساتھ جنت میں داخل کرانے کا حضور ﷺ کا وعدہ ہے. پھر معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان اِس پر انکار کے دلائل کیوں تلاش کرتا رہتا ہے؟ اللہ کریم رحم فرمائے اور ہدایت بخشے.